محمد بشیر الطیب

اطاعتِ رسول ﷺ میں تاخیر اور نہ ماننے کے نقصانات

﴿انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون ○ ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون○﴾ (سورۃ النور آیت: ۵۱۔۵۲)

''مومنوں کی تو بات ہی یہ ہوتی ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔ ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ بامراد ہیں۔ (یعنی کامیاب)''

محترم قارئین کرام! اہل ایمان ساتھیو! معاشرے کا جب مشاہدہ کرتا ہوں اور اہل ایمان کلمہ گو مسلمان کی حالت پر جب نگاہ ڈالتا ہوں کہ یہ میرے آقا و مولیٰ سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اب کس طرف جا رہی ہے اور جس طرح یہ بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے' ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت و اتباع کا وہ جذبہ جس سے یہ کبھی سرشار ہوا کرتے تھے' کسی نے بڑی مکاری اور ہوشیاری سے نکال لیا ہے اور وہ مکار اغیار یہ شور کر رہا ہے کہ یہ ہمارا مقابلہ ایمان و دین سے کر سکیں۔ کیونکہ اس کی دیر کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کو نہ یہودی و عیسائی بناؤ اور نہ ہی ان کے پاس ایمان کی دولت ہی رہنے دو۔ یہ نام کے مسلمان بن کر رہ جائیں۔ کام کے مسلمان نہ رہیں۔

آج اس کی یہ خواہش پوری ہوتی نظر آ رہی ہے کیونکہ مجموعی طور پر آج جو حالت اہل ایمان کی ہو چکی ہے اس سے یہ ہی نظر آ رہا ہے کہ اہل ایمان کو یہود و نصاریٰ کی ایک سوچی سمجھی سازش' مکارانہ چال ہے۔ جس کے مسلمان بڑی تیزی سے شکار ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور دین مقدس کی اطاعت اور جذبہ محبت نکال باہر پھینکا ہے۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے' یہ کوشش کوئی آج نئی نہیں ہو رہی بلکہ یہ تو دین اسلام کے دشمنوں کی اول روز سے ہی مشرکین مکہ اور یہود کی ملی جلی کوشش رہی ہے۔ لیکن وہ بھی اس کوشش میں خاب

وخسروا ہو کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے قدموں میں اپنے برے انجام کو پہنچے اور یہ بھی آج دشمنان اسلام میرے نبی کے دشمن اپنے بدتر انجام سے دو چار ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

لیکن آج میں صرف اہل ایمان اور اپنے مسلمان بھائیوں کو دعوت فکر دے رہا ہوں کہ آپ خدا کے لیے عقل وخرد سے کام اور اغیار کی مکاریوں کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ہوشیار رہیں اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اس میں ہی آپ کی کامیابی ہے۔ جس پر قرآن و حدیث کا مفصل خطاب ہے۔

میں آج آپ سے صرف انہی باتوں' آیات و حدیث کی طرف توجہ دلانے بیٹھا ہوں کہ ہم کو قرآن و حدیث کی تعلیم کی طرف لوٹ آنا ہوگا تب ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی کامیاب زندگی کی نوید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

﴿ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما﴾ (سورۃ احزاب)

''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مان لیا اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔''

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جس سے اہل ایمان کو عظیم کامیابی کی بشارت دی جا رہی ہے۔ یہ صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی اس کے لیے ہر طرف سے کامیابی کا پیغام ہے۔ کیونکہ یہ ہی ایک عظیم علامت ونشانی ہے یا ایسے جانیئے یہ ہی اس کے پاس ایمان کے ناپنے کا پیمانہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔ اصل اہل ایمان مسلمان حقیقی کون ہیں۔ جن کی یہ علامت ہے کہ جب بھی ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کی زبانوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔

﴿انما كان قول المؤمنين اذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا واطعنا واولئک هم المفلحون ٥ ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فاولئک هم الفائزون٥﴾ (سورۃ النور)

''مومنوں کی تو بات ہی یہ ہوتی ہے جب ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔ ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ بامراد ہیں۔''

یہ ہے وہ علامت جو اہل ایمان کا پتہ دیتی ہے کہ ان میں ایمان کی دولت کس قدر موجود ہے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پیمانے کو بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھتے اور دیکھتے کہ کہیں ایمان میں جھول تو نہیں ہے۔ اگر ان کو اس میں تھوڑا بھی فرق نظر آتا تو وہ اس سے اپنے ایمان کو ناپتے اور اس کی فکر کرتے۔

جس طرح حدیث میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ موجود ہے کہ ایک دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر گھر گئے اور دل میں خیال آیا کہ جب ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہماری حالت ایمان سے لبریز ہوتی ہے اور جب ہم گھر آتے ہیں اور گھر اور کاروبار میں ہوتے ہیں تو ہماری حالت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ ہی ظاہر و باطن کا فرق نفاق کی نشانی ہے۔

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کو ایک ہی حالت میں ہونا چاہئے۔ بس ان ہی خیالات میں گم ہو گئے اور زبان سے یکا یک یہ الفاظ نکلے کہ حنظلہ منافق ہو گیا۔ گھر سے نکل کر مسجد نبوی کی طرف جا رہے ہیں اور یہ الفاظ بلند آواز میں کہہ رہے ہیں اور راستے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ حنظلہ کے بول سن کر حیران ہوئے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب صدیق اکبر کہ جب ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہماری حالت اور ہوتی ہے۔ ایمان کا نور روشن ہوتا ہے اور جب ہم گھر آتے ہیں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو پھر وہ روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ یہ حالت منافق کی ہے اس بات نے ہی تو مجھے یہ الفاظ کہنے پر مجبور کیا کہ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے کہا یہ حالت تو پھر میری بھی ہے۔ چلو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حقیقت معلوم کرتے ہیں۔ اب دونوں صحابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی رحمت سے ہم کلام ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حنظلہ سے ذرا پوچھیے یہ کیا کہہ رہا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے حنظلہ۔ تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور اپنے ایمان کی حالت بیان کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حنظلہ اگر تمھاری حالت ایک جیسی رہے جس طرح میرے پاس ہوتی ہے تو پھر آسمان سے فرشتے نازل ہو کر تمھارے ساتھ مصافحہ کریں۔

اللہ اکبر! کیا شان تھی ان صحابہ کرام کی جو اپنے ایمان کی فکر میں ایسی سوچ رکھتے تھے اور اس پیمانہ کو وہ اپنے پاس رکھ کر اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ ہماری طرح نہیں کہ ایمان کا پتہ ہی نہیں کہ ایمان کیا چیز ہے۔ ایمان کی خبر ہی نہیں کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں جس سے ایمان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے ایمان کی فکر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو انصار کے خطیب تھے جس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون﴾ (سورۃ الحجرات)

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی اس کے سامنے اس طرح اونچی آواز سے بولو جیسے تم ایک دوسرے سے بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمھیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو کئی روز تک اپنی صحبت میں نہ دیکھا تو آپ نے پوچھا کہ ثابت بن قیس نظر نہیں آ رہا۔ کیا بات ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے گھر گئے تو کیا دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس اپنا سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے......؟ تو جواب دیا کہ برا حال ہے۔ میری آواز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند ہوتی ہے۔ میرے اعمال اکارت گئے اور میں اہل دوزخ سے ہوا۔ حدیث کے الفاظ

((**فقال ثابت انزلت هذه الاية ولقد علمتم انى منكم ارفعكم صوتا على رسول الله ﷺ فانا من اهل النار**))

یہ بات جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سنی تو اس کی خبر آ کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر حضرت سعد کو کہا کہ جاؤ میرے صحابی حضرت ثابت بن قیس کو یہ خوشخبری، بشارت دو کہ تو اہل جنت سے ہے۔

((**بل هو من اهل الجنة**)) (رواہ مسلم)

ان ہر دو واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نفوس قدوسی اپنے ایمان میں کتنے فکرمند ہو جایا کرتے کہ ذرا بھی اطاعت گزاری میں جھول محسوس کرتے تو فکر مند ہو جاتے۔ کیونکہ ان کی ساری متاع حیات ہی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی کیونکہ اطاعت میں ہی جنت ہے اور اطاعت سے ہی جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہے۔ جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

﴿**ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهدآء والصالحين وحسن اولئك رفيقا**﴾ (سورۃ النساء)

''اور جو شخص اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ اور ساتھی ہونے کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بسروچشم اطاعت کرتا ہو۔ اس آیت میں اسے اخروی زندگی میں مندرجہ بالا چار قسم کے لوگوں کی رفاقت کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ دراصل اس کے اعمال کا بدلہ نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔ اعمال تو ایک بہانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہانے بہانے سے اپنے بندوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے تاکہ یہ اس عظیم نعمت جنت کی بہار اور اللہ کے فضل سے غافل نہ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں صحابہ کرام کے جذبات

پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح ان اعزاز و انعام کو حاصل کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ دروازے پر ہمیں ایک آدمی ملا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی......؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تو نے قیامت کے لیے کچھ تیاری کر رکھی ہے......؟ وہ پریشان سا ہو گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نہ کچھ لمبے چوڑے روزے رکھے ہیں اور نہ نماز ہے اور نہ صدقہ کیا ہے یعنی نفلی عبادات میں نے زیادہ نہیں کی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا' جس سے محبت رکھتا ہے۔ (رواہ بخاری)

اس طرح کا ہی ایک واقعہ صحیح مسلم میں بھی ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی کہتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ کے پاس وضو اور حاجت کا پانی لا کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ میں آپ کو وضو کروا رہا تھا تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا "ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے۔"

میں نے کہا میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور بات بتاؤ۔ میں نے کہا میں تو یہ ہی مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو پھر کثرت سجود (نماز نوافل وغیرہ) کو اپنے اوپر لازم کر لو اور اس طرح اس سلسلہ میں میری مدد کرو۔ (رواہ مسلم)

دیکھا صحابہ جذبہ رفاقت جنت میں ساتھی بننے کا دنیا کی کسی چیز کی ضرورت نہیں بس جنت چاہیے اور جنت میں نبی رحمت کا ساتھ چاہیے۔

اسی لیے ہی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے مرد و زن کو فرمایا کہ تم میری سنت سے محبت و اتباع کرو' اس کے بدلہ میں جنت میں تم میرے ساتھ ہو گے۔

سبحان اللہ! کتنا بڑا اس اُمت کو ان کے ہادی و مرسل نے یہ اعزاز و انعام دیا ہے' جو خاص لوگوں کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے اِس اُمت کے ان خوش نصیبوں کے لیے جو آپ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہوئے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اتباع کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔

آج جب اپنے اردگرد نظر ڈالتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ افراد امت بس نام کے مسلمان ہیں کیونکہ جوان کیا بوڑھا سب ہی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں بس یہ سمجھ رہے ہیں کوئی بات نہیں جیسے یہ کوئی اتنا بڑا گناہ نہیں ہے۔ کر لیا جائے تو بھی خیر اور نہ کیا جائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ہی کامیابی کا سرٹیفکیٹ بتایا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ پھر اللہ

تعالیٰ بھی اپنی محبت کا اعلان کرتا ہے جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع کرتے ہیں۔

﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیمo قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرینo﴾ (سورۃ آل عمران)

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہوتو میری پیروی کرو۔ اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو پھر اگر وہ یہ دعوت قبول نہ کریں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جس خوبصورت انداز سے اس آیت میں اتباع سنت پر زور دیا گیا ہے شاید اس سے زیادہ ممکن بھی نہ تھا۔ اتباع کے مفہوم میں اطاعت کی نسبت زیادہ وسعت ہے۔ اطاعت صرف اوامر ونواہی میں ہوتی ہے جبکہ اتباع یہ ہے کہ جیسے تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھو۔ ویسے ہی تم بھی کرنے لگ جاؤ۔ جس بات کو وہ پسند کریں، تم بھی پسند کرو اور جس بات سے نفرت کریں اس سے تم بھی نفرت کرو کیونکہ وہ تمھارے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔

اطاعت واتباع کے ایک دو نمونے پیش کرتا ہوں تا کہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے۔

اطاعت چونکہ قول کی ہوتی ہے یعنی اوامر ونواہی کی (یعنی جو آپ نے حکم دیا) ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعۃ ارشاد فرما رہے تھے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی مسجد کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے صحابی کو مسجد کے اندر آتے لوگوں کی گردنوں سے گزرتے یا کھڑے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دورانِ خطبہ حکم دیا (اجلسو) یعنی بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنا تو سنتے ہی وہیں دروازے میں ہی بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دروازے میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ تم دروازے میں کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کی آقا آپ کی زبان اقدس سے (اجلسو) بیٹھ جاؤ کے الفاظ سننے کے بعد میرے ایمان نے ایک قدم آگے اٹھانے کی اجازت نہیں دی اور ایک قدم آگے اٹھانا گوارہ نہیں کیا اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہی دروازے میں ہی بیٹھ گیا ہوں۔ یہ ہے اصل ایمان اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ صادقہ۔ فرمان سید المرسلین آ جائے اور پھر سن کر عمل کا نمونہ پیش کر دے یہ تو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اطاعت اوامر ونواہی میں ہوتی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگیوں میں اس کو عملی جامہ پہنا کر قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کو بتلا دیا کہ اگر آپ نے کامیاب و کامران اور فائز المرام

ہونا ہے تو پھر اس آیت کا نقشہ پیش کرنا ہوگا۔

ارشاد رب العالمین ہے:

﴿قالوا سمعنا واطعنا واولئک هم المفلحون ○ ومن یطع الله ورسوله ویخش الله ویتقه فاولئک هم الفائزون﴾

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہے اور نافرمانی سے بچتا ہے یہی لوگ کامیاب وکامران ہیں۔

ایک واقعہ اتباع کے حوالے سے پیش خدمت ہے کہ صحابہ نے اتباع میں کس طرح عمل کر کے دکھایا۔ چونکہ اتباع فعل کو دیکھ کر کی جاتی ہے' جس طرح نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کام کیئے اس طرح ہی صحابہ کرام نے کر کے دکھائے اور قیامت تک ہر آنے والے کو اس طرح ہی کرنا ہوگا تب جا کر صحیح مسلمان کی نشانی' ایمان کی حقیقی علامت سے آراستہ ہوسکیں گے۔

ایک دفعہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں میں جوتا پہن رکھا تھا اور سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جوتیاں پہن رکھی تھیں کیونکہ پاک جوتی میں نماز ہوجاتی ہے۔اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کیونکہ نماز کے لیے جسم' کپڑوں اور جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

آقا سرور کائنات جوتوں میں نماز پڑھا رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ آپ اپنی جوتی اتار دیں کیونکہ آپ کی جوتی کے نیچے گندگی لگی ہوئی ہے تو آپ نے جوتی اتار دی۔ جب پیچھے صحابہ کرام نے دیکھا تو سب نے ہی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے' آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام نے جوتیاں اتاری ہوئی ہیں تو آپ نے پوچھا کہ تم نے جوتیاں کیوں اتاری ہیں۔ تو عرض کیا کہ آپ نے اپنی جوتی اتاری تو ہم نے بھی اتار دیں ہیں۔فرمایا: مجھے تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ جوتی کے نیچے گندگی لگی ہے اس لیے اتاری ہے۔ یہ ہے اتباع کا حقیقی نمونہ پیش کر دیا۔ کہ جس طرح آنحضرت نے کیا بس صحابہ کرام نے بھی اس طرح ہی کر کے دکھا دیا جس چیز کو آپ نے پسند نہیں کیا صحابہ نے بھی اس سے نفرت کی اور اس کو ناپسند کیا۔ یہ ہے اتباع۔

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان نبی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج معاشرے کی اکثریت تو ویسے ہی دین و مذہب سے دور اور بیگانہ ہے اور جو لوگ بظاہر دیندار اور مذہب سے لگاؤ رکھتے ہیں' ان میں سے اکثر مسلمان تضاد اور فرقہ بندی کا شکار ہیں کہ امام الانبیاء کی سنت مطہرہ اور حدیث مصطفیٰ کی بات پیش کی جاتی ہے تو وہ اس کے جواب میں امتیوں کے اقوال و افعال اور فتاویٰ کی بات شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں نے یوں کہا اور فلاں یوں کہتا ہے۔ان کو فکر کرنی چاہیے کہ کہیں اس

جواب سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ ناراض تو نہیں ہو رہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو رد نہیں ہو رہی۔ یاد رکھیں' دنیا جہاں ناراض ہو جائے' پیر و مولوی امام برادری اور گدی نشین ناراض ہو جائیں مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوں۔ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو پھر ایمان سے کچھ نہیں بچے گا' سب کچھ تباہ ہو جائے گا' دنیا برباد اور آخرت کا خسارہ اور ندامت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا' جو اس دن پھر کام نہیں آئے گا۔ استغفر اللہ۔

اطاعت و اتباع میں تاخیر کا نقصان

آیئے اتباع اطاعت میں تاخیر کرنے والوں کو کیا نقصان ہوگا کہ صرف تاخیر کرنا کتنا بڑا خسارہ ہے۔

ایک دفعہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ ایک مہم کے لیے اور ان کو حکم دیا کہ آپ نے جمعۃ المبارک کے دن علی الصبح روانہ ہونا ہے۔ تم نے جلدی اپنی مہم پر روانہ ہو جانا ہے۔ ان میں سے ایک صحابی جلیل القدر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' جن کو اس لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ لشکر روانہ ہو گیا' مگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ آج جمعۃ المبارک کا بابرکت دن ہے' جنگی مہم پر جانے والا نامعلوم زندگی وفا کرنے یا نہ کرے' مدینہ طیبہ میں واپسی ہو یا نہ ہو' ہو سکتا ہے کہ مسجد نبوی میں میری زندگی کا یہ آخری جمعۃ المبارک ہو اور یہ جمعۃ المبارک بھی نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا ہو اور جمعۃ المبارک کی نماز ادا کر کے اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔

ذرا غور کریں کہ عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سوچ و فکر میں کوئی کھوٹ نہیں' بلکہ کتنی پاکیزہ سوچ و فکر اور خواہش و آرزو و تمنا کتنی اعلیٰ ہے۔

اتنے میں مسجد نبوی شریف میں اذان ہوتی ہے اور امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ خاموش سراپا ہمہ تن گوش خطبہ سماعت فرما رہے ہیں کہ شاید میری زندگی کا یہ آخری جمعہ ہی ہو۔ شاید آج کے بعد مجھے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خطبہ سننے کی سعادت حاصل نہ ہو سکے۔ خطبہ ختم ہوا' نماز ادا کی گئی تو اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر پڑی۔

فرمایا عبداللہ میں نے تو تمہیں قافلے کے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا اور تم مسجد نبوی میں جمعہ ادا کر رہے ہو۔ مجھے یہاں نظر آ رہے ہو۔ کیا بات ہے......؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تم کو کس چیز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانے سے روکا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ادب و احترام سے عرض کرتے ہیں کہ صرف میرا

ارادہ ہوا کہ آج جمعۃ المبارک کی نماز آپ کے ساتھ ادا کر کے پھر قافلے کے ساتھ جاملوں گا۔

ذرا غور کریں کہ مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ اور امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز جمعۃ المبارک کی ادا سب کچھ حاصل کر لیا' لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں تاخیر کی۔ کیونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر فوری عمل نہیں کیا۔ صرف دوپہر تک تاخیر کر دی۔ میرے اور آپ کے پیرومرشد نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر فرمایا عبداللہ ((لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما ادرکت فضل عدولهم))

(رواہ الترمذی)

''اگر تو روئے زمین کی تمام اشیاء یعنی مال و دولت خرچ کر دو تو میرا حکم فوراً مان کر علی الصبح روانہ ہو جانے والوں کے اجر و ثواب کو تم نہیں پہنچ سکتے۔''

توجہ فرمائیں جس نے آقا نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فوراً مان لیا' وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے مان تو لیا لیکن ماننے اور عمل کرنے میں تاخیر کی' بے شک اجر و ثواب تو مل جائے گا' مگر فوراً ماننے والوں کا درجہ اسے نصیب نہیں ہو سکتا۔

اللہ اکبر! اس واقعہ نے تو اس دور کے مسلمانوں کو ایک لمحہ فکریہ دیا ہے کہ دیکھو ہم کیا کر رہے ہیں۔ اکثر تو سرے سے مانتے ہی نہیں اور جو مانتے ہیں تو کئی اٹکل پچو اور بہانوں کے بعد بھی اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اپنے اماموں اور فقیہوں اور مذہبی رہنماؤں کی تقلید کے قلادے اتار دیں تو تب یہ موقعہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہوتا ہے۔ ورنہ کتنے ہیں' جو اچھے خاصے صاحب علم ہوتے ہوئے بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت کا انکار کر دیتے ہیں اور قرآن کے فرمان کے مطابق کل حزب بما لدیهم فرحون پر ہی ڈٹ جاتے ہیں۔ نہ قرآن کے حکموں کی کوئی پرواہ اور نہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث و فرمان کی کوئی قدر۔

فرمان نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والوں کے لیے وعید

آئیں ذرا ان لوگوں کی حالت کا قرآن و حدیث سے جائزہ لیں جو پوری زندگی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کان ہی نہیں دھرتے اور اپنی مرضی اور من مانی کی زندگی بسر کرتے رہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں کی مخالفت کرتے ڈرتے بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ہی ارشاد فرمایا ہے:

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم﴾

''جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں یا انھیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔''

اس آیت میں کس اچھے انداز اور خوبصورت اسلوب سے ان مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے اور مخالفت کرنے والوں کو وعید و تنبیہ کی ہے۔ جو لوگ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ کی دی ہوئی ہدایت کو سن کر کھسک جاتے ہیں اور آپ کی حدیث صحیحہ اور نصائح جمیلہ پر توجہ نہیں دیتے اور آپ کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتے۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں آتی ہیں۔ حالانکہ مخالفت کا تو دائرہ اس سے بہت وسیع ہے۔

مسلمان آج جن حالات سے گزر رہے ہیں' بالکل اس آیت کے مصداق اور عین مطابق ہے۔ آج مسلمان جن فتنوں میں گرفتار ہیں' یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعہ کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ آج مسلمانوں پر سب سے بڑی جو آزمائش و ابتلاء نے گھیرا ڈالا ہوا ہے وہ ہے جابر ظالم حکمرانوں کا مسلط ہو جانا اور دوسرا بڑا فتنہ جو مسلمانوں کا داخلی انتشار اور اجتماعی قوت کا کمزور ہونا اور آئے دن کسی نہ کسی شکل میں عذابوں کا آنا۔ یہ سب صورتیں ہم پر واضح ہو رہی ہیں۔ ہم اگر اب بھی عقل و خرد کے ناخن نہ لیں تو پھر قیامت دور نہیں جس دن یہ سب کچھ ہم اپنی نگاہوں سے دیکھ لیں گے۔ ان وعیدوں کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تذکرہ کر کے ہم کو آگاہ کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا﴾ (سورۃ احزاب)

''جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے' تو وہ یقیناً صریح گمراہی میں جا پڑا۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين﴾ (النساء)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے آگے نکل جائے' اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔''

قرآن حکیم کا اعلان جس شخص نے اس دنیا میں اپنی مرضی کی زندگی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا رہا اور جو اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ کی حدود قائم کی ہیں' ان سے تجاوز کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بے خوف رہا اور بغاوت کرتا ہوا اللہ کے قانون کو توڑتا ہوا صریح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے' اس کے لیے ذلیل و رسوا کرنے والے عذاب میں ہمیشہ رہنے کی نوید ہے۔

آج حالات کا جائزہ لیں تو یہ سب ہمارے اس معاشرے میں ملے گا۔ عام آدمی سے لے کر حکمرانوں تک سب ہی اللہ تعالیٰ کی حدود و قانون اور احکام شریعہ کی مخالفت کرتے نظر آ رہے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ جس طرح جھنجھوڑ کر آگاہ کر رہا ہے' لیکن

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے ان کے بارے میں ہی بیان کیا ہے:

﴿ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون﴾ (الاعراف)

''بہت سے ایسے جن اور انسان ہیں، جنھیں ہم نے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ ان کے دل تو ہیں، مگر ان سے (حق کو) سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں، لیکن ان سے (حق کو) دیکھتے نہیں اور کان ہیں، لیکن ان سے (حق کو) سنتے نہیں۔ ایسے لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور یہ ہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اصل بات آج مسلمان قرآن سے دوری اختیار کرتے ہی جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے قرآن کی طرف توجہ نہیں اور نہ ہی قرآن حکیم کو سمجھنے اور غور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہے کہ ظاہری انسان ہیں لیکن عادات وافعال حیوانوں سے بھی بدتر ہیں دیکھا قران نے کس انداز سے اس انسان کو انسانیت سے اگاہ کیا ہے لیکن روشن خیالی کا برا ہو جس نے ہم کو مغرب کی تہذیب کا غلام بنا دیا ہے اگر غور کیا جائے تو مغرب میں تاریک واندھیرا ہو جاتا ہے کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ سورج مغرب میں غروب ہوتا ہے اور غروب ہوتے ہی اندھیرا ہو جاتا ہے جہاں اندھیرا ہو وہاں روشنی کب ہوگی اور روشن خیالی کیسے ہو سکتی ہے یہ تو ہم ہر روز مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں اور پھر بھی عقل نہیں کرتے۔

مسلمانو! غور کرو، ہمارے نبی رحمت سراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک روشن سورج بن کر آئے اور پھر وہ مغرب میں نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ میں آئے۔ مشرق وسطیٰ کا مطلب یہ ہے، آپ کامل روشنی نصف نہار کی جوبن پر ہوتی ہے۔ ان روشن خیالوں کو نصف نہار کی روشنی تو نظر نہیں آتی اور مغرب کی تاریکی اور اندھیرا نظر آتا ہے۔ ان کی مثال تو بالکل الو کی سی ہے۔ قرآن مجید نے اسی لیے کہا ہے کہ ان کی آنکھیں تو ہیں، لیکن دیکھتے نہیں ہیں۔ یہ چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہ سب باتیں تو دنیا میں عقل والوں کے لیے ہیں، جو ابھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ ان کو پھر قیامت کے دن ہوش آئے گی، اس دن اس ہوش کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جس طرح قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے ان کے اقوال بیان کیے ہیں۔

﴿يوم تقلب وجوههم فى النار يقولون يليتنا اطعنا الله واطعنا الرسولا ○ وقالوا ربنآ انا اطعنا سادتنا وكبرآءنا فاضلونا السبيلا ○ ربنا اتهم ضعفين من العذاب والعنهم لعنا كبيرا ○﴾ (احزاب)

''جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، وہ کہیں گے اے کاش ہم نے

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہوتی۔ نیز کہیں گے ہمارے پروردگار ہم نے تو اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا حکم مانا تھا' تو انھوں نے ہمیں راہ حق سے بہکا دیا۔ (لہٰذا) اے پروردگار ان پر دگنا عذاب کر اور ان پر سخت لعنت کر۔''

پڑھ لیا کہ اس دن پھر یہ اقرار جرم بھی کریں گے اور ان رازوں کو بھی کھول دیں گے' جو دنیا میں بزرگوں' چوہدریوں اور حاکم و وزیروں کی اور دوسری طرف ان پیروں اور پیشوا مشائخ اور گدی نشینوں کی۔ لیکن اب تو یہ سب اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے ہے۔ ان کو معلوم ہے کہ اب ہمارے ساتھ وہ بھی جہنم کی آگ میں جانے والے ہیں' جن کو ہم دنیا میں اپنا سب کچھ مانتے تھے۔ بس اب یہ حسرت بے سود ہوگی کہ اے ہمارے رب ان کو ہم سے دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت بڑی کر۔ کیونکہ انھوں نے ہم کو تیری جادہ حق سے دور رکھا۔ لیکن اس کا اب کوئی فائدہ ان کو نہیں ہوگا۔ وہ جو سزا ان کے لیے ہے وہ برقرار۔ اس لیے یہ افسوس کرنا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لیتے تو آج جہنم کا منہ نہ دیکھتے۔ بلکہ وہ تو التجاء کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ایک مرتبہ دنیا میں پھر بھیج' ہم ضرور نیک اعمال کر کے آئیں گے۔ لیکن یہ بھی ان کی حسرت وآرزو بے سود ہوگی۔

آج یہ پورا یقین دلا رہے ہیں کہ ہم اب ضرور نیک اعمال کریں گے' لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

﴿ولو ترى اذ المجرمون ناكسوا رؤسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا مؤقنون ○ ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها ولكن حق القول مني لا ملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين ○ فذوقوا بما نسيتم لقآء يومكم هذا انا نسينكم وذوقوا عذاب الخلد بما كنتم تعملون ○﴾

''کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے پروردگار کے حضور سر جھکائے کھڑے ہوں گے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب ہم نے (سب کچھ) دیکھ لیا اور سن لیا۔ لہٰذا ہمیں واپس بھیج دے کہ ہم اچھے عمل کریں' اب ہمیں یقین آ گیا ہے اور اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔ لیکن میری بات پوری ہو کے رہی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا پس اب اس بات کا مزا چکھو (جو تم کرتے رہے) جو تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا' اب ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا ہے اور جو کچھ تم کرتے رہے' اس کی پاداش میں اب دائمی عذاب کا مزا چکھو۔''

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ان کے احوال کو بیان کرتا ہے کیونکہ انھوں نے دنیا کے فریب میں آ کر دین حق کو کھیل تماشا بنائے رکھا اور آخرت کے دن کو بھلا دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿الذين اتخذوا دينهم لهوا ولعبا وغرتهم الحيوة الدنيا فاليوم ننسهم كما نسوا لقآء يومهم هذا وما كانوا بايتنا

یجحدون﴾(الاعراف)

''جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کولہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سوہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسے انھوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسے یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے کہے گا کہ میں نے تم کو بیوی بچے اور عزت واکرام سے نہیں نوازا تھا......؟ کیا تجھے دنیاوی مال و دولت اور سرداری اور لوگوں کے اوپر تجھے حکمران نہیں بنایا تھا......؟ یہ اس دن اقرار کریں گے کہ کیوں نہیں یہ سب باتیں صحیح ہیں یارب۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح تو مجھے بھولا رہا' آج میں تجھے بھول جاتا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جولوگ دین کو لہو ولعب بنانے والے ہیں' جو دنیا کے فریب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دلوں سے چونکہ آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کا خوف نکل جاتا ہے' اس لیے وہ دین کو بھی کھیل کود کا رنگ دے دیتے ہیں۔ یعنی دین میں اپنی مرضی سے اضافہ کر لیتے ہیں' جس چیز کو چاہتے ہیں' دین کا نام دے دیا۔ بدعات کو دین بنا دیا اوران کو اتنی اہمیت دی' جیسے آج کل اہل بدعت کا شیوہ ہے جو بہت بڑا جرم کیونکہ اس طرح دین کھیل کود بن کر رہ جاتا ہے اور احکام فرائض پر عمل کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

یہ میں نے مختصر احوال ان لوگوں کے زیر تحریر کیے ہیں' جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اس دنیا میں روگردانی کرتے رہے اور اپنی من مانی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ آج قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ یہ بہت رسوا ہو کر اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن کر پھر یہ مطالبہ کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں ایک مرتبہ بھیج دے۔ لیکن آج ان کا یہ مطالبہ بھی عبث ہوگا اور یہ مسترد کر دیا جائے گا۔ اس لیے کسی اللہ والے نے خوب کیا ہے'

رو رو کہن دنیا اتے بھیج ربا اک واری
من قرآن حدیث نبی سرور دی کریے تابعداری
حکم ہووے ہن دنیا اتے واپس مول نہ جانا
سخت عذاب جہنم اندر دائم برا ٹھکانا

آخر میں اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آگاہی کے لیے ایک حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش خدمت ہے۔ تاکہ بات اور کھل کر واضح ہو جائے اور جس مقصد کے لیے انسانیت نے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے' وہ مقصد بڑا عظیم ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور﴾(آل عمران)

''پھر جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا' وہ ہی کامیاب ہو گیا اور یہ دنیا کی

زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔''

اہل ایمان کلمہ گو مسلمان اگر اس زندگی میں اپنے اصل حقیقی مقصد کو نہ پا سکا تو پھر جو احوال اوپر بیان ہوئے ہیں' ان کا سامنا کرنا ہوگا۔ اسی لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال كل امتی يدخلون الجنة الا من ابی قالوا ومن يابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی)) (رواہ بخاری)

''حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری کی ساری امت جنت میں داخل ہوگی' سوائے اس (بدنصیب) شخص کے جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔ انھوں نے (صحابہ نے) عرض کیا کون (جنت میں جانے) سے انکار کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔''

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے اچھے انداز میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ میری اطاعت میں ہی جنت جانے کا سرٹیفکیٹ موجود ہے۔ جنھوں نے اپنی ساری زندگی کو والی بطحا آمنہ کے دریتیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع اور حقیقی محبت میں آپ کی غلامی کو اختیار کیا۔ وہ ہی کامیاب وکامران اور فائز المرام ہیں اور ان کا ہی کامل ایمان ہے جس طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال فوالذی نفسی بيده لا يؤمن احدكم حتی اكون احب اليه من والده وولده)) (رواہ البخاری)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

اس طرح ایک دوسری حدیث میں اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا:

((عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا يؤمن عبد حتی اكون احب اليه من اهله وماله والناس اجمعين)) (رواہ مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے مال اور اہل اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

مذکورہ بالا احادیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ صادق وامین بھی ہیں، قسم کھا کر بیان کیا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب وعزیز ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس درجہ رفیع المرتبت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قسم نہ بھی کھائیں، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ٹھیک اور شک وشبہ سے بلند و بالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمائیں، تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی۔ کیونکہ معلوم ہے کہ "قسم" کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔

یہ ہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کے جواب میں کہی۔ جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے سارے جہاں سے پیارے ہیں۔ صرف اپنی جان سے نہیں۔

((احب الی من کل شیء الا نفسی))

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو پھر سن اللہ کی قسم تو ابھی مومن ہی نہیں ہوا۔

((لا والذی نفسی بیده حتی اکون احب الیٰ من نفسک فقال له عمر فانه الان والله لانت الی من نفسی فقال النبی ﷺ الان یا عمر))

تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کیا عرض کی اللہ کی قسم یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تیرا ایمان مکمل ہے۔

دیکھا آقا سرور کائنات کی اطاعت واتباع اور محبت کس درجہ ہو تو پھر ایمان کامل ہوتا ہے اور پھر جنت کی بشارتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع اور سچی حقیقی محبت کرنے کی اور اس طرح اپنی زندگیاں بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اپنی زندگیاں بسر کر کے اپنے مالک حقیقی سے وہ انعام واکرام واعزاز حاصل کیے، جن کا قرآن مجید نے تذکرہ کیا ہے اور اس مقدس قرآن میں ان کے تذکرے موجود ہیں اور قیامت تک یہ تذکرے آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ ہیں اور منبع نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر ایمان پر کر دے اور جنت میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا ساتھ کر دے۔ آمین یارب العالمین۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کُرتا محمد ﷺ کی غلامی کا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆